اسلام میں سماجی انصاف: عالمی فلاح و امن کے لئے نبوی نمونے کا تجزیاتی جائزہ

Social Justice in Islam: An Analytical Study of the Prophetic Model for Universal Welfare and Peace

1. Aijaz Ali Sodhar
Ph.D Scholar, Comparative Religion & Islamic Culture
University of Sindh Jamshoro
Email: aijazsodhar58@gmail.com
Cell: 03013349366
2. Dr. Hafiz Sibghatullah Bhutto
Assistant Professor, Comparative Religion & Islamic Culture
University of Sindh Jamshoro
Email: Sibghat_bhutto@gmai.com
Cell: 03332861397

ABSTRACT

Social justice in Islam is a foundational concept deeply rooted in the Qur'an and the Sunnah of the Holy Prophet Muhammad (ﷺ), forming a unique and comprehensive system that ensures both individual purification and collective welfare. Through the establishment of the State of Madinah, the Prophet (ﷺ) practically demonstrated a model welfare state grounded in justice, equality, mutual support and fraternity. The Islamic framework emphasizes equitable access to resources, economic fairness and equality before the law, inclusive participation, respect for diversity and the protection of fundamental human rights, thereby fostering a society where every individual can realize their full spiritual, social and economic potential. The Prophet's (ﷺ) approach encompassed a holistic strategy integrating moral, legal and economic reforms to uplift marginalized groups and establish an atmosphere of universal brotherhood. Despite the enduring relevance and universality of these principles, contemporary Muslim societies often struggle to uphold social justice due to factors such as the unequal application of laws, socio-political instability, economic disparities and deviation from core Islamic ethical standards. This article critically analysis the judicial and social dimensions of the Prophet's (ﷺ) life, highlighting His pioneering legislative contribution, impartial judiciary, economic policies and practical measures for establishing peace and societal harmony. The findings underscore the imperative to revive, reinterpret and implement Islamic principles of social justice in modern contexts to address contemporary socio-economic challenges, reduce inequalities, empower vulnerable communities and promote sustainable development and universal peace.

Keywords: Social justice, Quran, Seerat-e-Tayyibah, welfare state, human rights, equality

تمہید

انسان مل کر رہنے کا عادی ہے۔ اکیلے زندگی گزارنا انسان کے لئے مشکل ترین بلکہ اکیلے اس کا زندہ رہنا بھی ناممکن بن جاتا ہے۔ ایک انسان اپنی زندگی گزارنے کے لئے دوسرے انسانوں کا محتاج ہوتا ہے۔ انسانوں کے آپس میں مل کر رہنے کو سماج (Society) کہا جاتا ہے۔ اس معاشرے میں ہر ایک فرد کو اس کے حقوق دینے اور امن و امان کی صورتحال کو برقرار رکھنے کے لئے ایک قانون بنا کر اس کے تحت رہتے ہیں۔ جب کسی جنگل میں جانور مل کر رہتے ہیں تو اس کو جانوروں کا سماج یا جنگل کا سماج کہا جاتا ہے۔ انسانی سماج اور جنگل کے سماج میں قانون کا ہی فرق

ہوتا ہے۔ یعنی انسانی سماج قانون کے ماتحت ہوتا ہے اور جنگل کا سماج بغیر قانون کے ہوتا ہے۔ ایک سماج کی بقا کے لئے عدل و انصاف بہت اہم ہوتا ہے۔ انصاف کے بغیر کسی معاشرے کا استحکام، اس کی ترقی اور اس کے افراد کو حقوق کا ملنا لا محال امر ہے۔ اسلام جو الہامی احکامات کا مجموعہ ہے۔ اسلام نے سماج میں عدل و انصاف قائم کرنے کا سختی سے حکم دیا ہے۔ سیرت رسول اللہ ﷺ اسلامی احکامات کی عملی صورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمات اور عمل کے ذریعے سماج میں عدل و انصاف کا نافذ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا اصل اور بنیادی مقصد بتاتے ہوئے فرمایا:

"هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾"[1]

ترجمہ: "وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کر دے، چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی ناپسند ہو۔"

سماج جس کو انگریزی زبان میں Society اور عربی زبان کے اندر معاشرہ کہا جاتا ہے، سماج یا معاشرے سے مراد لوگوں کا ایک ہی علاقے یا جگہ پر کافی عرصے تک آپس میں مل کر اس طرح رہنا کہ ان کے اعمال و اطوار ایک ہی جیسے بن چکے ہوں اور وہ لوگ ایک دوسرے کو ایک ہی کنبے یا خاندان کی طرح سمجھنے لگیں اور ایک دوسرے کی ضرورت بن جائیں۔

سماج میں انصاف کی اہمیت ایک مسلم حقیقت ہے۔ ایسا معاشرہ جو انصاف پر مبنی ہو اس کے قیام میں فرد کی اصلاح اور اس کا کردار اہم ہوتے ہیں۔ ہر فرد کو اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے فرمان رسول ﷺ ہے:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔"[2]

ترجمہ: "تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔"

یعنی ہر فرد اپنے اپنے دائرے کے اندر عدل و انصاف کرنے کا ذمہ دار ہے۔ خود کو سونپی ہوئی ذمہ داری کا اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔ اس فرمان میں ہر ایک فرد کو معاشرے کی ذمہ داری کا بتایا گیا ہے۔ ہر ایک کو اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام ایک کامل دین ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو منظم کرتا ہے اور معیشت اس کا ایک بنیادی ستون ہے۔ قرآن و سنت میں جس قدر عبادات پر زور دیا گیا ہے، اسی قدر معاشرتی انصاف، اقتصادی مساوات اور دولت کی منصفانہ تقسیم پر بھی زور دیا گیا ہے۔ سیرت النبی ﷺ کو اگر ہم ایک اقتصادی نظام کے طور پر بھی دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے نہ صرف اخلاقی و روحانی انقلاب برپا کیا بلکہ اقتصادی میدان میں بھی عدل و مساوات کی مثالیں قائم کیں۔

قرآن مجید کی روشنی میں عدل کا حکم

اسلام کا بنیادی مقصد ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جس میں عدل و انصاف کی آسان فراہمی، مساوی سلوک، حقوق کی ادائیگی اور ظلم سے ہر فرد کو تحفظ حاصل ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ، قرآنِ کریم کی عملی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ نے عدالتی اور سماجی انصاف کی بنیاد

1- القرآن 33:9۔

2- بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، جلد 2، کتاب: جمعہ کے بیان میں، باب: گاؤں اور شہر دونوں جگہ جمعہ درست ہے، حدیث نمبر 893۔

پر ایک ایسی ریاست قائم کی جس کو دنیا میں "ریاستِ مدینہ" کے نام سے جانا جاتا ہے اور جو قیامت تک کے لیے عدل و مساوات کی لازوال مثال ہے۔ آقا ﷺ نے جب مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو سب سے پہلے "میثاقِ مدینہ" تشکیل دیا، جو دنیا کا پہلا تحریری آئین تھا۔ اس میں مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر اقوام کو برابر کے شہری حقوق دیے گئے۔ سب کو مذہبی آزادی دی گئی تھی، کسی قوم کو امتیازی حیثیت حاصل نہ تھی، اجتماعی فیصلے مشورے سے ہوتے تھے اور تمام فریقین کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا تھا۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں عدل ہو، وہاں امن خود بخود قائم ہو جاتا ہے۔ آقا ﷺ نے مدینہ میں قبیلائی جھگڑوں، طبقاتی امتیاز اور مذہبی نفرت کو ختم کر کے امن، اخوت، اور مساوات کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بار بار عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

"اِنَّ اللهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾"[3]

ترجمہ: "بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا اور رشتہ داروں کو (ان کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔"

اس آیت مبارکہ میں بندوں کو ایک دوسرے کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرنے، آپس میں احسان کرنے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ساتھ میں بے حیائی، برائی اور بدی سے روکا گیا ہے۔ ایک اور جگہ پر عدل پر قائم رہنے اور گواہی کے معاملے میں بھی انصاف کرنے کے بارے میں یوں حکم فرمایا ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ۔"[4]

ترجمہ: "اے ایمان والو! عدل پر قائم رہنے والے بنو، اللہ کے لیے گواہی دیتے ہوئے، خواہ وہ تمہارے اپنے خلاف ہو۔"

یعنی گواہی دینے کے معاملے میں بھی عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم ہے۔ گواہی اگر اپنے قریبی رشتہ دار، کسی گہرے دوست اور کسی اپنے پیارے شخص کے بارے میں بھی دینی ہو یا اس کے خلاف دینی ہو تو اس میں بھی انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ سماجی عدل محض اخلاقی تقاضا نہیں بلکہ ایمانی فریضہ ہے۔ آقا ﷺ کی سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ عدل کے بغیر نہ عبادت قبول ہوتی ہے، نہ قیادت مستحکم اور نہ امت مضبوط۔ رسول اللہ ﷺ نے عدل کا سب سے بڑا مظاہرہ ان طبقات کے ساتھ کیا جن کو معاشرہ کم تر سمجھتا تھا۔ سیرتِ طیبہ میں ان تمام مظلوموں کے حقوق کا تحفظ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ عدل ایمان، تقویٰ اور عبادت کا حصہ ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ عدل کا عملی مظہر ہے۔ عدل معاشرے کی بقا، امن اور ترقی کی بنیاد ہے۔ عدل ہر فرد کی ذمہ داری ہے، صرف ریاست کی نہیں۔ عدل سے ظلم، تعصب، ناانصافی اور فرقہ واریت ختم کی جاسکتی ہے۔ عدل کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ عدل اللہ کا محبوب عمل ہے اور ظلم اس کی ناراضگی کا سبب ہے۔ عدل سے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں۔ عدل سے محروم معاشرہ بکھر جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری حیاتِ مبارکہ عدل و انصاف سے عبارت ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اس کی تلقین کی بلکہ ہر سطح پر اس کو نافذ کر کے دکھایا۔ چاہے وہ ذاتی زندگی ہو یا حکومتی معاملات، معاشرتی فیصلے ہوں یا بین المذاہب تعلقات، ہر جگہ آپ ﷺ کا کردار عدل پر مبنی رہا۔ سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں عدل صرف نظریہ نہیں، بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ اگر کوئی قوم

3- القرآن 90:16۔

4- القرآن 135:4۔

ترقی، خوشحالی، اور پائیداری چاہتی ہے تو اسے عدل کو بنیاد بنانا ہوگا۔ عدل کے بغیر امن، محبت، بھائی چارہ، ترقی، یہ سب محض خواب بن کر رہ جاتے ہیں۔

سماجی انصاف

سماجی انصاف جس کو Social Justice کہا جاتا ہے۔ سماجی عدل سے مراد ہر فرد کو اس کا حق دلانا، ظلم، ناانصافی اور امتیازی سلوک کا خاتمہ کرنا، معاشرے کے کمزور طبقات (غریب، یتیم، بیوہ، مزدور) کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ سب افراد کو برابری کی بنیاد پر مساوی حقوق حاصل ہوں۔ اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی کوئی رنگ، نسل، اعلیٰ، ادنی، عہدہ، مسلک اور مذہب وغیرہ کی تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ سب کے لیے ایک ہی یکسانیت والا قانون ہونا چاہیے۔ سب افراد کے لیے ان کی صلاحیتوں کے مطابق مراعتیں اور فوائد حاصل کرنے کے مساوی طور مواقع ہوں۔ معاشرے میں ہر فرد کو اُس کے بنیادی حقوق مہیا کیے جائیں، غربت، بھوک، افلاس، استحصال، طبقاتی فرق، امتیازی سلوک کو ختم کیا جائے اور ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جہاں وسائل کی تقسیم منصفانہ ہو، کوئی طاقتور کسی کمزور کا استحصال نہ کرے اور ہر شخص عزت اور امن سے زندگی گزار سکے۔

ایسا معاشرہ جس کے اندر سماج میں رہنے والے ہر ایک فرد کو خوراک، تعلیم، صحت، رہائش، تحفظ اور امن و امان کے یکساں حقوق حاصل ہوں، ایسے معاشرے کو ترقی یافتہ اور فلاحی معاشرہ کہا جاتا ہے۔ سماجی عدل ایک ایسا نظام زندگی ہے جو کسی بھی معاشرے کی فلاح، بقا، ترقی اور امن کی ضمانت ہوتا ہے۔ عدل کے بغیر کوئی قوم پائیدار ترقی نہیں کر سکتی۔ سیرتِ طیبہ ﷺ ایک کامل انسانی معاشرے کا عملی خاکہ ہے، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں حکومت قائم فرمائی تھی تو "میثاقِ مدینہ" کے تحت تمام قبائل کو مذہبی آزادی دی گئی، اقلیتوں (یہود و نصاریٰ) کے حقوق کی ضمانت دی گئی، کسی پر ظلم یا زیادتی کی اجازت نہ دی گئی، معاشی انصاف کی بنیاد رکھی گئی تھی، یہ اصول طے کیے گئے تھے۔ ریاست مدینہ ایک مکمل فلاحی ریاست کی بنیاد تھی۔ سماجی انصاف کے سلسلے میں مہاجرین و انصار میں مساوات کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مواخات کا نظام قائم کیا، جس کے تحت مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنایا تاکہ کوئی بے گھر یا بے سہارا یا بھوکا نہ رہے۔ یہ صرف روحانی بھائی چارہ نہ تھا بلکہ معاشی اور سماجی طور پر ایک دوسرے کی ذمہ داری لینا بھی تھا۔ یہ ریاست ایک اسلامی سماجی انصاف کی عملی تصویر تھی۔

سماجی انصاف معاشرے کی فلاح

سماجی انصاف کسی بھی معاشرے کی بقا، استحکام و ترقی کا بنیاد ہے۔ وہ معاشرہ جہاں عدل قائم ہو، وہاں نہ صرف امن، سکون اور بھائی چارہ فروغ پاتا ہے بلکہ افرادِ معاشرہ کے مابین اعتماد، تعاون اور فلاح کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عدل ایک بنیادی قدر کے طور پر سامنے آتا ہے اور سیرتِ طیبہ ﷺ میں اس کی عملی شکل ہمیں واضح طور پر نظر آتی ہے۔ سماجی انصاف کے بغیر کوئی بھی معاشرہ نہ تو پائیدار بن سکتا ہے اور نہ ہی ترقی کر سکتا ہے۔

سماجی عدل و انصاف کا لغوی اور اصطلاحی معنی

سماجی انصاف دو ایسے الفاظ کا مجموعہ ہے جو انسان کے باہمی تعلقات اور معاشرتی نظام میں توازن پیدا کرتے ہیں۔ سماجی سے مراد ہے ایسے سارے معاملات جو افرادِ معاشرہ کے درمیان ربط، تعلق، خدمت اور بقائے باہمی پر مشتمل ہوتے ہوں۔ عدل کا مطلب ہے ہر چیز کو اس

کے درست مقام پر رکھنا۔ عدل کا مطلب ہے کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرنا، خواہ وہ قریبی ہو یا اجنبی۔ انصاف عدل کا عملی مظاہرہ ہے۔ یعنی فیصلہ کرتے وقت ہر فریق کو اس کا حق دینا، خواہ وہ مالدار ہو یا مفلس ہو۔ انصاف کے کئی معنی مستعمل ہیں، جن میں آدھا آدھا کرنا اور برابر دو حصوں میں تقسیم کرنا شامل ہے۔ انصاف سے زیادہ تر جو معنی مراد لیا جاتا ہے کہ وہ عربی زبان کا لفظ "عدل" ہے۔ عدل بھی کئی معنی جیسے برابری، یکسانیت[5]، مساوات[6]، میانہ روی اختیار کرنے، استقامت[7]، صدقہ، سچ بولنا، اور پاکیزگی کے لیے بھی مستعمل ہے۔

عدل کے اصطلاحی معنی ہیں: "العدل هو الامر المتوسط بين طرفى الافراط و التفريط۔[8]" یا "فهو عبارة عن الامر المتوسط بين طرفى الافراط و التفريط۔"[9]

یعنی "عدل ایک ایسی درمیانی چیز ہے جو افراط و تفریط تفریط سے پاک ہو۔" مطلب کہ جس کے اندر نہ کمی ہو اور نہ زیادتی ہو۔ اسی کو ہی اللہ رب العزت نے قرآنی اصطلاح میں صراط مستقیم فرمایا ہے۔ اسلام جو نظام حیات پیش کرتا ہے اس میں زندگی کے ہر موڑ پر، ہر شعبے کے اندر اور ہر معاملے میں اعتدال کو ہی پسند فرمایا ہے۔ اسلام نے ہر حال میں انصاف کرنے کا حکم اور ناانصافی سے سختی سے منع کیا ہے۔

سماج میں عدل کی اہمیت وضرورت

معاشرے میں عدل کو قائم رکھنے کے لئے اسلام نے سختی سے احکامات جاری کئے ہیں۔ اسلام معاشرے میں برابری اور امن و امان کی صورتحال کو برقرار رکھنے اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

"هَلْ يَسْتَوِىْ هُوَ ۙ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾"[10]

ترجمہ: "کیا ایسا شخص اس دوسرے آدمی کے برابر ہوسکتا ہے جو دوسروں کو بھی اعتدال کا حکم دیتا ہے اور خود بھی سیدھے راستے پر قائم ہے؟" اسلامی تعلیمات میں ہم کو لوگوں کو انسانوں کی غلامی اور بندگی سے نکال کر اپنے اصلی خالق اور معبود کی غلامی اور بندگی میں لانے ترغیب ملتی ہے۔ سماج میں موجود ایسے طبقاتی نظام کو ختم کرکے عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ تشکیل دینا چاہیے۔[11]

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ برائی برائی ہی کو فروغ دیتی ہے اور برائی ہی کے لئے راہ ہموار کرتی ہے اور نیکی نیکی کو ہی فروغ دیتی ہے اور نیکی کے لئے ہی راہ ہموار کرتی ہے۔ بلکل اسی طرح ظلم ظلم کو ہی فروغ دیتا ہے اور اسی کے لئے ہی راہ ہموار کرتا ہے اور عدل و انصاف عدل ہی کو فروغ دیتا اور راہ ہموار کرتا ہے۔ اسلام میں طاقتور اور کمزور کے درمیان کوئی امتیاز نہیں۔ سماجی عدل و انصاف اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ اس کا بہترین عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف انصاف کی تعلیم دی بلکہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جہاں ہر فرد کو اس کے حقوق کا تحفظ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اصحاب صفہ کے نام سے مسجد نبوی کے غرباء کی باقاعدہ کفالت کا

5- **ڈاکٹر ابراہیم مصطفی، المعجم الوسیط**، جلد 2، ص 5881، تہران، مکتبہ علمیہ۔

6- **فیروز الدین**، مولوی، **فیروز اللغات**، بار اول، ص 892، لاہور، فیروز سنز 2010ء۔

7- **السیوطی**، علامہ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمان بن ابی بکر بن محمد، **الاتقان فی علوم القرآن**، ص 40، بیروت، المکتبہ العصریہ 2003ء۔

8- **عبدالحفیظ صدیقی، برصغیر پاک وہند میں اسلامی نظام عدل**، ص 9، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی 1969ء۔

9- **جصاص**، احمد بن علی الرازی، ابوبکر، **احکام القرآن**، جلد 5، ص 509، بیروت، دار احیاء التراث العربی 1983ء۔

10- **القرآن** 76:16۔

11- **ابن کثیر**، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصری، **البدایہ والنہایہ**، جلد 7، ص 39، بیروت، مطبعۃ السعادۃ 2009ء۔

انتظام فرمایا۔ زکوۃ اور صدقات کو فرض قرار دے کر معاشی انصاف کو یقینی بنایا۔ بیٹیوں کی اچھی پرورش کو جنت کا ذریعہ بتایا۔[12] آپ ﷺ نے سارے نسلی اور قبائلی امتیازات کو ختم فرمایا۔ آپ نے عربی اور عجمی، سرخ اور سیاہ سب کو برابر قرار دیا۔ فضیلت اور فوقیت کا مدار تقوی اور پرہیز گاری کو بتایا۔[13] حضرت بلال حبشیؓ (ایک غلام) کو مؤذنِ رسول ﷺ بنایا۔ حضرت سلمان فارسیؓ (ایک غیر عرب) کو آپ ﷺ نے اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا۔ یہ حضرات غلامی سے آزاد ہو کر معاشرتی قیادت تک پہنچے۔ ان کو بھی اوروں کی طرح سماج میں برابر کا مقام دیا گیا جس کے وہ مستحق تھے۔ سماجی انصاف کا تقاضا ہے کہ نسل، رنگ یا خاندان کی بنیاد پر تفریق نہ کی جائے۔ عدل کے بغیر سماج ظلم کا شکار ہو جاتا ہے اگر عدل ختم ہو جائے تو معاشرہ ظلم، انتشار، طبقاتی تفریق اور فتنہ کا گڑھ بن جاتا ہے۔ ہر طاقتور کمزور کا استحصال کرے گا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَ اِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَ لَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی۔"[14]

ترجمہ: "اور جب کوئی بات کہو تو انصاف سے کام لو، چاہے معاملہ اپنے قریبی رشتہ دار ہی کا ہو۔"

اسلام کا یہ اصول انسان کو سکھاتا ہے کہ رشتہ داری، محبت، نفرت، عداوت یا کوئی بھی ذاتی جذبہ عدل کے راستے میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ سیرتِ النبی ﷺ ہمیں سکھاتی ہے کہ معاشرے میں عدل و انصاف کو۔ قائم کریں۔ یہ صرف حکومتی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ ہر فرد کی اخلاقی و دینی ذمہ داری ہے۔ عدل و انصاف ایمان، تقویٰ، اور عبادت کا لازمی جزو ہے۔ عدل کے بغیر معاشرتی استحکام اور روحانی ترقی ممکن نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عدل کے ذریعے ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ عدل کا عملی نمونہ تھی۔ آپ نے نہ صرف عدل کی تعلیم دی بلکہ اسے ہر سطح پر نافذ بھی فرمایا۔ قرآن و حدیث میں ایسی واضح تعلیمات موجود ہیں، جن پر عمل کر کے ہی ایک پر امن اور متوازن معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ آقا ﷺ نے سب سے پہلا سماجی عدل یہ قائم کیا کہ انسانوں کو برابری کی بنیاد پر رکھا۔ نسلی، لسانی اور قبائلی امتیاز کا خاتمہ فرمایا۔ کوئی شخص نسل، قبیلے یا مال کی بنا پر برتر نہیں۔ جاہلیت میں عورت کو وراثت، تعلیم، رائے یا عزت کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے تمام بنیادی و معاشرتی حقوق بحال کیے اور انہیں مکمل انسانی وقار دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ سماجی عدل کے بغیر معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ آج بھی اگر ہم آپ ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کریں تو ایک پر امن اور منصفانہ معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ آج کے اس جدید ترقی والے دور میں سماجی عدل و انصاف کی اشد ضرورت ہے۔ سماجی ناانصافی کی وجہ سے معاشرے میں غربت اور امیر و غریب کے درمیان خلیج بڑھ رہی ہے۔ خواتین، مرد، بوڑھے اور بچوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ مزدوروں کا استحصال عام ہو رہا ہے۔ اس کے حل کے لئے ہم کو سیرت رسول ﷺ میں موجود قولی و عملی احکامات پر عمل کرنا ہوگا۔

معاشرے میں عدل

12- **مسلم**، ابو الحسین بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، **صحیح مسلم**، جلد 6، کتاب: حسنِ سلوک، صلہ رحمی اور ادب، باب: بیٹیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی فضیلت، حدیث نمبر 6695۔

13- **امام حنبل**، احمد بن محمد بن حنبل شیبانی ابو عبد اللہ، **المسند**، جلد 10، کتاب: ایک صحابی کی ورآیت، حدیث نمبر 23885۔

14- **القرآن** 6: 152۔

عدل ایک ایسا اصول ہے جو معاشرے کے ہر فرد، ہر ادارے اور ہر نظام کو استحکام، توازن اور اعتماد فراہم کرتا ہے۔ عدل صرف عدالت کے فیصلوں کا نام نہیں بلکہ انسانی رویوں، معاشی نظام، سیاسی حکمرانی، خاندانی تعلقات اور بین الانسانی معاملات میں توازن و انصاف کا نام ہے۔ اسلام نے عدل کو محض ایک نظریاتی اصول نہیں بلکہ ایک عملی فریضہ قرار دیا ہے۔ سیرتِ النبی ﷺ عدل کی سب سے واضح اور مکمل عملی تصویر ہے جس میں ہمیں ذاتی، خاندانی، حکومتی اور عالمی سطح پر عدل کا جامع نمونہ نظر آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو ایک ایسے معاشرے میں مبعوث کیا گیا جہاں ظلم، ناانصافی، قبیلائی تعصب، طبقاتی نظام اور عورتوں اور غلاموں کے ساتھ بدترین سلوک عام تھا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے عدل و انصاف کا نظام قائم کیا۔

"لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ"[15]

ترجمہ: "حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی ہوئی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب بھی اتاری اور ترازو بھی، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں تمام اقوام، قبائل، اور مذاہب کو برابر کے شہری حقوق دیے۔ مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر اقلیتوں کو عدل کے تحت متحد کیا۔ اس معاہدے نے بین المذاہب عدل، معاشرتی ہم آہنگی اور اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت دی۔ آپ ﷺ نے سماج کے کمزور طبقات کو عزت، وقار اور تحفظ فراہم کیا۔ فرمان رسول ﷺ ہے :

"أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔"[16]

ترجمہ: "میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ کھلی رکھی۔"

عدالتی معاملات اور سماجی عدل

اسلامی شریعت کا بنیادی مقصد انسانی معاشرے میں عدل، انصاف، اور مساوات قائم کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ایک کامل آئینہ ہے، جس میں عدالتی عدل اور سماجی انصاف کے بے شمار عملی نمونے موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں جو اسلامی ریاست قائم کی، اس کی بنیاد تقویٰ، عدل، شفافیت اور مساوات پر رکھی گئی۔ آپ ﷺ کا عدالتی طرزِ عمل، قضا اور سماجی فیصلے نہ صرف شریعت کی ترجمانی کرتے تھے بلکہ انسانی وقار اور انصاف کے اعلیٰ ترین نمونے بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو نہ صرف سربراہِ ریاست تھے بلکہ قاضی بھی تھے۔ آپ ﷺ نے قضاء میں مکمل عدل، غیر جانب داری اور قانون کی بالادستی کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ۔"[17]

15- **القرآن** 25:57۔

16- **بخاری**، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، کتاب: طلاق کے مسائل کا بیان، باب: لعان کا بیان، حدیث نمبر 5304۔

17- **بخاری**، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 8، کتاب: کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رہنا، باب: ، حدیث نمبر 7352۔

ترجمہ: "جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دہرا ثواب ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے اکہرا ثواب ملتا ہے۔"

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کو مکمل اختیار حاصل تھا کہ اپنے دشمنوں سے بدلہ لیں، لیکن آپ ﷺ نے سب کو معاف کرکے اعلان فرمایا۔ یہ رحمدلی کا اظہار نہیں بلکہ اعلیٰ عدل کا عملی مظاہرہ تھا۔ اسلامی تعلیمات میں سارے انسان قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ کسی کو بھی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ کسی کا عہدہ، کسی کی طاقت، کسی کا حسن، کسی کا تعلق، کسی کا رنگ، کسی کا نسل، کسی کی قومیت، کسی کی ملکیت یا کسی کا درجہ اس کو قانون سے بالاتر نہیں کر سکتا۔ اسلام سب طبقات کے افراد کے ساتھ برابر قانونی کارروائی کا حکم دیتا ہے۔ کسی کے مذکورہ اوصاف، تعلقات یا طاقت سے مرغوب ہو کر رعایت کرنے اور کمزوروں پر قانون میں ناانصافی کرنے سے بھی سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اس بارے میں آقا ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ"[18]

یعنی "تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ وہ طاقتور کو چھوڑ دیتے اور کمزور کو سزا دیتے۔"

رسول اللہ ﷺ نے یہ واضح فرمادیا کہ انصاف قائم کرنے کے لئے قانون نافذ کرنے کے سلسلے میں کسی کے ساتھ بھی کسی قسم کی کوئی گنجائش کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایسا عمل کرنے سے معاشرے میں ناانصافی ہوگی، معاشرے کا استحکام خطرے میں پڑ جائے گا۔ یہ عمل گمراہی اور ہلاکت کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب فاطمہ بنت اسد مخزومی کی چوری کا مقدمہ پیش کیا گیا۔ قریش کو یہ بات گراں گزری۔ انہوں نے سزا میں نرمی کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو سفارش کرنی چاہی۔ اس سلسلے میں حضرت اسامہ بن زیدؓ جو رسول اللہ ﷺ کے چہیتے تھے، ان کو آگے کیا تاکہ وہ سفارش کر سکیں۔ یہ سفارش بھی آپ ﷺ کو بلکل ناگوار گزری۔ آپ نے ناراضگی والے لہجے میں فرمایا:

"وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔[19]"

ترجمہ: "اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں۔"

یہ رسول اکرم ﷺ کا عمل عدالتی عدل کی اعلیٰ ترین مثال ہے، جس میں قانون کی نظر میں کسی کی حیثیت، کوئی بھی تعلق یا کسی کے بھی حسب نسب کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری حیاتِ مبارکہ میں سماجی انصاف کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ کا ہر عمل عدل، ہمدردی، مساوات اور رحم کے اعلیٰ اصولوں پر قائم تھا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اس کی زبانی تعلیم دی بلکہ اپنی زندگی میں ہر فرد کے ساتھ مساوی سلوک کرکے ایک مثالی معاشرہ قائم فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کے دوسرے احکامات کے ساتھ سماجی عدل و انصاف کے حکم کو عملی طور پر نافذ کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ نے انسانی طبقات اور تعلقات کو چھوڑ کر عدل و انصاف کو ترجیح دی۔[20] آپ ﷺ نے

18- **ایضا**، کتاب: حد اور سزائوں کے بیان میں، باب: جب حدی مقدمہ حاکمکے پاس پہنچ جائے پھر سفارش کرنا منع ہے، حدیث نمبر 6788۔

19- **بخاری**، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 5، کتاب: انبیاء علیہم السلام کے بیان میں، حدیث نمبر 3475۔

20- **مسلم**، ابوالحسین بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، **صحیح مسلم**، جلد 4، کتاب: حدود کا بیان، باب: چوری کرنے والے معزز اور معمولی آدمی دونوں کا ہاتھ کاٹنا اور حدود میں سفارش کرنے کی ممانعت، حدیث نمبر 1688۔

غلاموں اور ماتحتوں کو بھائی بتا کر ان کے حقوق ادا کرنے اور ان کو آسائشیں فراہم کرنے کا حکم فرمایا۔[21] اقلیتوں اور غیر مسلموں کو ان کے حقوق دیے، ذمیوں کو ان کے مال، عزت اور جان کا تحفظ دیا، اس کے قتل کو مسلمان کے قتل کے برابر گناہ بتایا[22]، ظالم کو مظلوم پر ظلم کرنے سے روکا، مکہ مکرمہ کے مہاجرین اور مدینہ منورہ کے انصار کے درمیان مؤاخات قائم کر کے عملی مساوات اور تعاون کی مثال بھی قائم فرمائی۔ ایسے لوگ جو طاقت، جوانی یا دولت کے نشے میں آکر سماج میں موجود ضعیف لوگوں کے اوپر ظلم کر کے اتراتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ہر ایسے مظلوم کا ساتھ دینے کی تاکید فرمائی ہے۔ ظالم کو ظلم کرنے سے روکنے کا حکم صادر فرمایا:

"انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُومًا، فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قَالَ: تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ۔[23]"

ترجمہ: "اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں۔ لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے اس کا ہاتھ پکڑ لو (یہی اس کی مدد ہے)۔"

یتیموں کے مال کو ناحق کھانے سے منع فرمایا، ان کی املاک کی حفاظت کا حکم دیا، بیواؤں کو معاشرتی مقام دیا، عورتوں کو عزت و عظمت والا مقام دیا، ان کو وراثت میں حصہ دیا، غلاموں اور ناحق قیدیوں کو آزاد کرانے کی ترغیب دی، عدالتی فیصلوں کے اندر بغیر کسی تفریق کے عدل کو قائم کیا۔ مطلب کے رسول اللہ ﷺ ریاستِ مدینہ قائم کر کے معاشرتی عدل و انصاف کی عملی صورت کو رائج کر کے دکھایا۔ ایک ایسا نظام قائم کیا جہاں پر سب شہری برابر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے سماجی انصاف کو صرف زبانی تعلیمات تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اپنی پوری سیرتِ طیبہ میں ہر موقع پر عدل، مساوات، رحم اور انسان دوستی کو نافذ فرمایا۔ آج جب عدالتی نظام طاقتور کے ہاتھ میں ہے اور سماج طبقاتی تقسیم سے دوچار ہے، سیرت النبی ﷺ ہمارے لیے ایک مکمل راہِ ہدایت ہے۔ اگر ہم ریاستی، عدالتی اور معاشرتی ڈھانچے کو سیرت کے اصولوں پر قائم کریں تو ایک عادل، مستحکم اور پُرامن معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

سیرت النبی ﷺ میں معاشی عدل کے بنیادی اصول

مال و دولت کی منصفانہ تقسیم

اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے مال و ملکیت اور وسائل بہت ضروری ہیں۔ ان کے بغیر زندگی گزارنا مشکل بن جاتا ہے۔ اس دنیا میں مال کا ہونا کوئی معیوب چیز نہیں ہے، بلکہ اس کا اچھا یا برا ہونا اس کے استعمال پر منحصر ہوتا ہے۔ کبھی مال کی زیادتی انسان کے لئے سزا کا باعث بن جاتی ہے اور کبھی مال کی زیادتی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس دنیا میں انسان اس مال کی ہی بدولت اپنی، اپنے ماتحت لوگوں کی، اپنے رشتے داروں کی، اپنے پڑوسیوں اور دوسرے لوگوں کی ضروریات کو پورا کر سکتا۔ فرائض و حقوق کی ادائیگی میں اس کو آسانی ہوتی

21- ایضا، کتاب: قسموں کا بیان، باب: غلاموں کو وہی کھلانا جو وہ (مالک خود) کھوئے اور وہی پہنائے جو وہ مالک (خود) پہنے اور اس پر ایسی ذمہ داری نہ ڈالے جو اس کے بس میں نہ ہو، حدیث نمبر 4313۔

22- ابوداؤد، امام، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، جلد 3، کتاب: محصورات اراضی اور امارت سے متعلق احکام و مسائل، باب: ذمی مال تجارت لے کر پھریں تو ان سے عشر (دسواں حصہ) وصول کیا جائے گا، حدیث نمبر 3052۔

23- بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، جلد 3، کتاب: ظلم اور مال غصب کرنے کے بیان میں، باب: ہر حال میں مسلمان بھائی کی مدد کرنا وہ ظالم ہو یا مظلوم، حدیث نمبر 2444۔

جاتی ہے۔ کبھی مال کی کثرت انسان کے لئے وبال جان بھی بن جاتی ہے، کیوں کے انسان کے ساتھ نفس اور شیطان کو بھی لگا دیا گیا ہے۔ یہ انسان کو برائی اور بے جا خواہشات کے حصول کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ جب انسانی نفس یا شیطان کسی پر حاوی ہو جاتا ہے تو وہ مال انسان کو ان برائیوں میں ملوث کرنے میں آسانی کرتے ہیں۔ جب دولت کی فراوانی ہو جاتی ہے تو انسان بہت بڑی آزمائش میں پڑ جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فَوَاللَّهِ لَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ۔"[24]

ترجمہ: "لیکن خدا کی قسم! میں تمہارے بارے میں محتاجی اور فقر سے نہیں ڈرتا۔ مجھے اگر خوف ہے تو اس بات کا کچھ دنیا کے دروازے تم پر اس طرح کھول دیئے جائیں گے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کھول دیئے گئے تھے، تو ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کی طرح ایک دوسرے سے جلنے لگو اور یہ جلنا تم کو بھی اسی طرح تباہ کر دے جیسا کہ پہلے لوگوں کو کیا تھا۔"

ایک جگہ مال کو آزمائش اور فتنہ بتاتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو یوں فرمایا:

"إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ۔[25]"

ترجمہ: "ہر امت کی آزمائش کسی نہ کسی چیز میں ہے اور میری امت کی آزمائش مال میں ہے۔"

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ دولت و مال کا غیر منصفانہ ارتکاز امت کے بگاڑ کا سبب بن سکتا ہے۔ مال کے ذریعے انسان نیکی و بدی کرنے پر آسانی سے آمادہ ہو جاتا ہے۔ اسلام نے مال و دولت کی منصفانہ تقسیم کے لئے مختلف طریقے بیان کئے ہیں۔ ان میں زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور عطیات جیسے احکامات و ترغیب شامل ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے بیت المال کا نظام قائم فرمایا، جس کے ذریعے فقراء، یتامی، مساکین اور بیواؤں کو وظیفے دیے گئے اور ان کی کفالت ریاست کی ذمہ داری بن گئی۔

ذاتی ملکیت اور فلاح سماج

دوسروں کے حقوق عطا کرتے ہوئے اور اپنے مال سے حقداروں کا حق نکالتے ہوئے، مساکین، پڑوسی، غریب، نادار لوگوں کو عطیات، صدقات اور خیرات دیتے ہوئے اور فرض زکوۃ ادا کرتے ہوئے اگر کوئی شخص اپنے لئے ذاتی ملکیت جمع کرتا ہے تو اسلام اس کو منع نہیں کرتا۔ اسلام ذاتی ملکیت کا قائل ہے، لیکن اس کے ساتھ فرد کو اس بات کا پابند بھی کرتا ہے کہ وہ معاشرے کے غریب طبقے کو بھی اپنی ملکیت سے ان کو مقرر کردہ حصہ دے۔

"وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿١٩﴾"[26]

ترجمہ: "اور ان کے مال و دولت میں سائلوں اور محروم لوگوں کا (باقاعدہ) حق ہوتا تھا۔"

ایک اور جگہ یوں فرمایا:

24- بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، جلد 4، کتاب: جزیہ وغیرہ کے بیان میں، باب: جزیہ اور کافروں سے ایک مدت تک لڑائی نا کرنے کا بیان، حدیث نمبر 3158۔

25- ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، جلد 3، کتاب: زہد، ورع، تقوی اور پرہیز گاری، باب: امت محمدیہ کا فتنہ مال ہے، حدیث نمبر 2336۔

26- القرآن 19:51۔

"وَ الَّذِیۡنَ فِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۪ۙ۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ ﴿۪ۙ۲۵﴾"[27]

ترجمہ: "اور جن کے مال و دولت میں ایک متعین حق ہے، سوالی اور محروم لوگوں کا۔"

زکوٰۃ اور صدقات کا نظام

اسلام نے معاشرے میں موجود مساکین و نادار لوگوں کی اعانت کے لئے مختلف طریقے جیسے صدقات، عطیات، فطرہ، خیرات اور زکوٰۃ وغیرہ کو رائج کیا۔ اسلام نے زکوٰۃ کو صرف عبادت نہیں بلکہ ایک اقتصادی نظام کے طور پر رائج کیا ہے۔ یہ دولت کی سرکولیشن اور مساوات کا ضامن ہے۔ اسلام نے اقتصادی عدل کے لیے صاحب نصاب پر زکوٰۃ کو لازم قرار دیا ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَ تُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا۔"[28]

ترجمہ: "(اے پیغمبر!) ان لوگوں کے مال میں سے صدقہ وصول کرلو جس کے ذریعے تم انہیں پاک کردوگے اور ان کے لیے باعث برکت بنو گے۔"

اسلام کا زکوٰۃ کا نظام معاشرے کی فلاح کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس نظام کے ذریعے سماج میں موجود غریب اور نادار لوگوں کی اعانت ہوتی ہے اور دولت کا ارتکاز کم ہوتا ہے، دوسروں کے لئے دل میں احساس پیدا ہوتا ہے، لوگوں میں مالی قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ رسول ﷺ نے معیشت کو سود سے پاک کر کے زکوٰۃ، صدقہ، فدیہ، کفارہ، اور قرضِ حسنہ جیسے نظام قائم کیے تاکہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں ہو اور معاشی انصاف قائم ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ، صدقہ، فدیہ، عشر اور انفاق فی سبیل اللہ جیسے نظام کو متعارف کرایا تاکہ دولت صرف امیر لوگوں کے درمیان گردش نہ کرے۔ فرمان الٰہی ہے:

"کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ۔"[29]

ترجمہ: "تاکہ وہ مال صرف انہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں دولت مند لوگ ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ خود بھی قرض حسنہ لیتے اور دیتے تھے، لیکن اس پر کسی قسم کا اضافہ یا منافع نہ لیتے۔ حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ سے چالیس ہزار درہم قرض لیا، بعد میں ادا کیا اور فرمایا:

"إِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْأَدَاءُ۔"[30]

ترجمہ: "قرض کی جزا ہی شکریہ ادا کرنا اور قرض ادا کرنا ہے۔"

آپ ﷺ نے زکوٰۃ، صدقہ اور بیت المال کے ذریعے ایسے معاشی اصول نافذ کیے جن سے سماجی طبقاتی فرق کو ختم کیا گیا۔

ملازموں، ماتحتوں اور غلاموں سے حسن سلوک کا حکم

اسلام نے انسان کو اپنے ماتحت رہنے والے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ان پر جبر کرنے اور ان کی استعداد سے زیادہ کا بوجھ ان پر ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ وہ بھی ہماری طرح ہی انسان ہیں، ان کے بھی ویسے ہی جذبات

27- القرآن 70:24،25۔

28- القرآن 9: 103۔

29- القرآن 59:7۔

30- خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح، جلد 2، کتاب: خرید و فروخت کا بیان، باب: افلاس اور مہلت دینے کا بیان، حدیث نمبر 2926۔

واحساسات ہیں جس طرح ہمارے جذبات واحساسات ہیں۔ ان کو بھی ان کی طاقت سے زیادہ کا بوجھ اور مسلسل مشقت تکلیف دیتی ہے۔ ان کی بھی خواہشات اور امیدیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان سب چیزوں کو سامنے رکھ کر ان کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ان کے ساتھ نرمی اور احساس والا رویہ رکھا جائے۔ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ."[31]

ترجمہ: "تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دے رکھا ہے۔ اس لیے جس کا بھی کوئی بھائی اس کے قبضہ میں ہو اسے وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔ لیکن اگر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالو تو پھر ان کی خود مدد بھی کر دیا کرو۔"

آپ ﷺ نے مزدور کے ساتھ حسن سلوک، وقت پر اجرت اور عزت واحترام کی تعلیم دی۔

"مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔"[32]

یہ اسلام کی وہ تعلیمات ہے جو انسان کو اس کا اصل مقام اور حقوق دلاتی ہیں۔ یہ سب عدل ومساوات کا وہ عمدہ نظام تھا جس کو حضور ﷺ نے قائم فرمایا تھا۔

فیصلہ سازی میں انصاف

اسلام منصف کو یہ سختی سے حکم دیتا ہے کہ جب اس کے پاس کوئی مقدمہ آئے تو فریقین کی باتیں سننے کے بعد شواہد کو بھی جمع کرے، پوری تحقیق کرے، ان کے دلائل کو بھی ملحوظ رکھے پھر فریقین میں سے جو بھی حق بجانب ہو اس کی بھی پوری تصدیق کرنے کے بعد انصاف پر مبنی فیصلہ سنائے۔ جب کسی منصف کے پاس کوئی مقدمہ آئے تو اس میں بھی کسی قسم کے رنگ، نسل، خاندان، علاقے، منصب، گورے، کالے اور سید وغیر سید وغیرہ حتیٰ کہ مسلم وغیر مسلم میں بھی کوئی امتیاز نہ رکھا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی مقدمہ آتا تھا تو آپ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سامنے رکھ کر مقدمہ چلاتے تھے اور اسلامی تعلیمات کی عملی تبلیغ بھی فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خود فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی اور مسلمان کا مقدمہ آیا۔ آپ ﷺ نے طرفین کی باتیں سنیں، تفتیش فرمائی اور دلائل سننے کے بعد اس یہودی کو اس مقدمے میں حق بجانب سمجھتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔[33] رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی جھگڑے کا فیصلہ یک طرفہ نہیں دیا، ہمیشہ دونوں فریقین کا مؤقف سنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میرے پاس جھگڑا لے کر آتے ہو، بعض تم میں سے اپنی بات کو دوسرے سے بہتر انداز میں پیش کرتے ہیں، میں جو کچھ سنتا اسی پر ہی فیصلہ کرتا ہوں۔ تو جس کے حق میں فیصلہ ہو اور وہ اصل میں اس کا حق نہ

31- بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 4، کتاب: غلاموں کی آزادی کے بیان میں، باب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ "غلام تمہارے بھائی ہیں پس ان کو بھی تم اسی میں سے کھلاؤ جو تم کھاتے ہو، حدیث نمبر 2545۔

32- ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی، **سنن ابن ماجہ**، جلد 3، کتاب: رہن کے احکام و مسائل، باب: مزدور کی اجرت کا بیان، حدیث نمبر 2443۔

33- الشیبانی، ابن الاثیر بن علی بن ابی الکرم، **الکامل فی التاریخ**، الطبعہ الرابعہ، جلد 3، ص 160، بیروت، دار الکتب العربی 1403ھ۔

ہو، تو وہ نہ لے، کیونکہ پھر میں گویا اس کے لیے جہنم کا ٹکڑا کاٹ رہا ہوں۔"[34] فیصلہ کرتے وہ کسی بھی وجہ سے کسی طرف نہ جھکے، کسی بھی چیز سے مرعوب نہ ہو، کسی بھی طرح لحاظ نہ رکھے۔ کسی کی دشمنی یا کسی کی دوستی، کسی کی پسند یا کسی کی ناپسند اس فیصلے میں حائل نہ ہونے پائے۔ قضا کی ذمہ داری کو پوری ایمانداری سے سرانجام دے۔ ایسے منصف کے لئے بشارتیں اور اس کے برعکس کرنے والے کو وعیدیں بھی سنائی ہیں۔ ان کو انجام بد سنا کر خبردار بھی کیا ہے۔ اس بارے میں فرمان رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے:

"الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَاثْنَانِ فِي النَّارِ، فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ، وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ۔"[35]

ترجمہ: " قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک جنت میں ہے اور دو آگ میں۔ جنت میں جانے والا وہ ہے جس نے حق پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا اور جس نے حق پہچانا اور پھر فیصلے میں ظلم کیا تو وہ آگ میں ہے اور جس نے جاہل ہوتے ہوئے لوگوں کے فیصلے کیے وہ بھی آگ میں ہے۔"

یعنی ایسا شخص جو حق کو جانتے ہوئے دوسری طرف جھکاؤ رکھے یا جو کسی ایک کی طرف داری کرتے ہوئے انصاف کے تقاضے پورے نہ کرے، عدل وانصاف کو پورا نہ کرے وہ جہنم کی سزا کا مستحق بنتا ہے اور وہ قاضی جو انصاف سے فیصلہ کرے وہی جنت کا مستحق ہے۔

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟" کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! اس کے بعد فرمایا: "الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا (حَتَّى قُلْتُ: لَا يَسْكُتُ)۔[36]" "اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا، آقا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے اس کے بعد آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی (سب سے بڑے گناہ ہیں) آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس بات مسلسل دہراتے رہے اور راوی کہتا ہے کہ (میں نے سوچا کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خاموش نہیں ہوں گے۔)"

جھوٹی گواہی دینا بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کے ذریعے لوگ آپسی دشمنی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، جو عدالتی نظام کو برباد کر دیتا ہے، اور رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کو بڑے گناہوں میں شامل کیا۔

بدگمانی کا خاتمہ

بدگمانی (سوء الظن) یعنی کسی کے بارے میں بلا تحقیق منفی سوچ رکھنا، ایک ایسا خطرناک باطنی مرض ہے جو دل کو زہر آلود اور آپسی تعلقات کو برباد کر دیتا ہے۔ یہ بیماری انسان کو شک، حسد، نفرت، بداعتمادی اور بہتان جیسے اخلاقی جرائم کی طرف لے جاتی ہے، جو نہ صرف فرد کی روحانی تباہی کا باعث بنتی ہے بلکہ پورے معاشرے کو بگاڑ کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ اسلام نے بدگمانی سے سختی سے روکا ہے، کیونکہ ایک اسلامی

34- **مسلم**، ابوالحسین بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، **صحیح مسلم**، جلد 4، کتاب: جھگڑوں میں فیصلے کرنے کے طریقے اور آداب، باب: حاکم کا فیصلہ اصل حقیقت کو تبدیل نہیں کرتا، حدیث نمبر 1713۔

35- **ابوداؤد**، امام، سلیمان بن اشعث السجستانی، **سنن ابی داؤد**، جلد 3، کتاب: قضاء کے متعلق احکام ومسائل، باب: قاضی (جج) سے فیصلے میں غلطی ہو جائے تو کیسا ہے؟، حدیث نمبر 3575۔

36- **بخاری**، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 7، کتاب: اخلاق کے بیان میں، باب: والدین کی نافرمانی بہت ہی بڑے گناہوں میں سے ہے، حدیث نمبر 5976۔

معاشرہ حسنِ ظن، بھروسے اور خیر خواہی کی ہی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ اور ہمارے آقا ﷺ کی حیات مبارکہ اس اخلاقی تربیت کی مکمل اور عملی تصویر پیش کرتی ہے۔ بدگمانی اور غیبت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ کسی کی غیبت کرنا گویا اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ اس کا گناہ ایسے قبیح گناہ کے مترادف ہے۔ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾"[37]

ترجمہ: "اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو خود تم نفرت کرتے ہو! اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، بہت مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں اپنے بندوں کو بدگمانی سے بچنے کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ ہر گمان نیک نہیں ہوتا، بلکہ یہ دوسرے گناہوں کا دروازہ بھی کھولتا ہے۔"

اسلام نے بدگمانی سے بچنے کی سختی سے تلقین فرمائی ہے کیونکہ یہ نہ صرف فرد کی روحانی بربادی کا سبب بنتی ہے بلکہ پورے معاشرے کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر دیتی ہے۔ بھائی چارے اور حسنِ سلوک کو ختم کرتی ہے۔ آقا ﷺ کی سیرتِ طیبہ بدگمانی کے خاتمے اور حسنِ ظن کے قیام کی بہترین عملی مثال ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی یوں وضاحت فرمائی ہے:

"إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ ، وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا."[38]

ترجمہ: "بدگمانی سے بچتے رہو، بدگمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی بات ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو، کسی کا عیب خواہ مخواہ مت ٹٹولو اور کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ بڑھاؤ اور حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بلکہ سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔"

رسول اللہ ﷺ کا طرز زندگی حسنِ ظن، درگزر، خیر خواہی اور اخوت پر قائم تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی لوگوں کے دلوں میں شک یا وسوسے کو جگہ نہیں دی، بلکہ ہمیشہ وضاحت، نرمی اور بھروسے کا ماحول قائم رکھا۔ بدگمانی ایک معاشرتی ناسور ہے، جو افراد کے دلوں کو گندا، ذہنوں کو مشکوک اور معاشرے کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار کر دیتی ہے۔ اس کا علاج صرف قرآن کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ ﷺ میں ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حسنِ ظن، خیر خواہی، وضاحت، تحقیق، اور خوش اخلاقی کے ذریعہ بدگمانی جیسے فتنے کا سدباب فرمایا۔

ایک بار آپ ﷺ رات کے وقت اپنی زوجہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ مسجد نبوی سے گزر رہے تھے۔ دو صحابہؓ سامنے سے آئے، تو آپ ﷺ نے فوراً فرمایا: "یہ میری زوجہ صفیہ بنت حیی ہیں۔ تاکہ تمہارے دل میں کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو۔"[39]

37- القرآن 12:49۔

38- بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، جلد 7، کتاب: اخلاق کے بیان میں، باب: سورۃ الحجرات میں اللہ کا فرمان، حدیث نمبر 6066۔

39- ایضاً، جلد 3، کتاب: اعتکاف کے مسائل کا بیان، باب: کیا معتکف اپنی ضرورت کے لئے مسجد کے دروازے تک جا سکتا ہے؟، حدیث نمبر 2035۔

یہ واقعہ اسوہ حسنہ ﷺ کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے خود پہ بھی بدگمانی کی گنجائش نہ چھوڑی۔ بدگمانی سے جو سماجی نقصانات پیدا ہوتے ہیں، ان نقصانات میں دلوں کے اندر نفرت پیدا ہوتی ہے، رشتوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں، معاشرتی روابط ٹوٹ جاتے ہیں، قلبی بیماریاں، بہتان، غیبت، حسد اور جھوٹ جیسے گناہ جنم لینے لگتے ہیں، معاشرے میں فتنہ و فساد اور انتشار پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کا ایک دوسرے پر حسنِ ظن، اعتماد اور آپسی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ دوسروں کے بارے میں نیک گمان رکھیں، جب بھی کوئی خبر پہنچے تو اس کی تصدیق کریں، گفتگو میں حسنِ ظن کا اظہار کریں، دوسروں کو وضاحت کا موقعہ دیں اور مشورہ، درگزر اور خیر خواہی کو فروغ دیں۔ بدگمانی ایک خطرناک فتنہ ہے جو انسان کی نیت، سوچ اور عمل کو آلودہ کر دیتا ہے۔ رشتوں میں کشیدگی پیدا کر کے دشمنی پیدا کرتی ہے۔ اسوہ حسنہ ﷺ ہمیں سکھاتا ہے کہ معافی اور درگزر کو اپنائیں، "وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُہَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾"[40] ترجمہ: "اور کسی برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے۔ پھر بھی جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح سے کام لے تو اس کا ثواب اللہ نے ذمے لیا ہے۔ یقیناوہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔" کسی کے ظاہر، سنے سنائے الفاظ یا مفروضات پر فیصلہ نہ کریں، بلکہ تحقیق، حسنِ ظن، درگزر اور خیر خواہی کے ذریعے ایک ایسا معاشرہ قائم کریں جہاں اعتماد، محبت اور اخوت کو فروغ ملے۔ سیرتِ طیبہ ﷺ کو اپنی زندگی گزارنے کا نمونہ بنانے سے بدگمانی، حسد، بغض، جھگڑے، نفرتیں اور بد اعتمادی کا خاتمہ ممکن ہے۔[41] ذہنی سکون نصیب ہو گا اور آپسی تعلقات مضبوط ہوں گیں۔ معاشرتی ہم آہنگی بڑھے گی۔ نبی کریم ﷺ کا اسوہ ہمیں سکھاتا ہے کہ بدگمانی سے پاک معاشرہ ہی حقیقی اسلامی معاشرہ ہے۔ آج کے دور میں جب کہ بدگمانی نے معاشرے کو کھوکھلا کر دیا ہے، ہمیں اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے رویوں کی اصلاح کرنی چاہیے۔ جدید دور میں بدگمانی اور انتشار پھیلانے کے جو ذرائع ہیں ان میں سوشل میڈیا، بلا تحقیق مواد کا پھیلاؤ، افواہوں پر یقین کرنا، رشتہ داروں کے بارے میں برا گمان رکھنا اور بات چیت کے ذریعے شکوک کو دور نہ کرنا شامل ہیں۔ بدگمانی ایک ایسی سماجی بیماری ہے جو افراد اور معاشروں کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس مہلک روحانی بیماری کے علاج کے لیے نہ صرف جامع تعلیمات دیں بلکہ عملی زندگی سے اس کا مثالی نمونہ بھی پیش فرمایا۔

سودی معاملات اور سماجی انصاف

اسلام ایک ایسا مکمل دین ہے جو انسان کی انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور معاشی زندگی کے تمام پہلوؤں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلامی نظامِ معیشت کی بنیاد عدل، مساوات، خیر خواہی اور فلاح پر ہے، جبکہ سود (ربا) اس کے برعکس ظلم، استحصال، نابرابری اور سرمایہ دارانہ اجارہ داری کو فروغ دیتا ہے۔ سود ایک ایسا ظالمانہ نظام ہے جو غریب کو مزید غریب اور امیر کو مزید امیر بناتا ہے، جس سے معاشرتی انصاف کی بنیادیں کمزور ہوتی جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سود کے مکمل خاتمے اور عدل پر مبنی معیشت کے قیام کی بھرپور کوششیں فرما کر عملی مثال پیش فرمائی۔ سود صرف دولت کو چند ہاتھوں میں محدود کر دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے سود کی ممانعت اور فلاحی معیشت کے ذریعہ ایک ایسا نظام قائم

40- القرآن 40:42۔

41- مسلم، ابو الحسین بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، صحیح مسلم، جلد 7، کتاب: حسنِ سلوک، صلہ رحمی، ادب، باب: بدگمانی، تجسس، دنیاوی معاملات میں مقابلہ بازی سے ایک دوسرے کے لئے قیمتیں بڑھانے وغیرہ کی ممانعت، حدیث نمبر 6538۔

کیا جس میں غریبوں کی مدد ہوتی ہے، مساکین، بیواؤں، یتیموں اور مستحق لوگوں کو حق ملتا ہے، سرکاری آمدن بیت المال میں آتی ہے اور سب پر خرچ ہوتی ہے، مال و دولت کا ارتکاز نہیں ہوتا۔ قرآنِ مجید میں سود کو سختی سے حرام قرار دیا گیا ہے:

"اَلَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا كَمَا يَقُوۡمُ الَّذِىۡ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ‌ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَيۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا ‌ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الۡبَيۡعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا۔" [42]

ترجمہ: "جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ: بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہوتی ہے۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

اسلام نے سود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والا عمل بتایا ہے۔[43] اب اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ شخص کتنا بڑا بدبخت ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے سماج سے معاشی ظلم اور استحصال کے تمام دروازے بند کیے اور سود کی لعنت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی عملی کوشش فرمائی۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سود کو ختم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس کی عملی صورت یہ فرمائی کے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضہ کا سود ختم کیا۔[44]

یہ اعلان واضح کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عدل اور معاشرتی انصاف کی خاطر سب سے پہلے شروعات اپنے خاندان کے سود کے خاتمہ سے کی۔ سود سماجی انصاف کا دشمن ہوتا ہے۔ سود کے اندر صرف نفع لینا ہوتا ہے، چاہے قرض دار برباد ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس کے برعکس اسلام نے تجارت، شراکت، مضاربت، قرضِ حسنہ اور صدقہ وغیرہ کو فروغ دیا، جو معاشرتی عدل و مساوات میں معاون ہیں۔ لوگ قرض کے اوپر قرض دیتے جاتے ہیں پھر بھی قرض نہیں اترتا۔ کبھی سود سینکڑوں دفعہ اصل رقم سے زیادہ دینے پر بھی ختم نہیں ہوتا۔ کئی دفعہ لوگ بیزار ہو کر سود نہ لوٹا پانے کے خوف سے اپنے آبائی علاقے سے ہمیشہ کے لئے چلے جاتے اور کبھی لوگ تنگ آ کر خودکشی بھی کر لیتے ہیں۔ سود کی وجہ سے کئی گھر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، لوگوں سے ان کی خوشیاں چھن جاتی ہیں اور سود لینے والے روز مرتے اور روز جیتے رہتے ہیں۔ اسلام نے سود کی جو سزا بتائی ہے وہ بہت بڑی بھیانک سزا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ۔" [45]

ترجمہ: "سود کے ستر گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا گناہ اس قدر (بڑا) ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا (نکاح) کرے۔"

احادیث مبارکہ میں سود کھانے کا گناہ چھتیس مرتبہ حالت اسلام میں زنا کرنے کے مترادف بتایا ہے۔[46] سود کا نظام سراسر ظلم، نابرابری، اور انسانی وقار کی پامالی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت عدل و انصاف، معاشی توازن، اور خدمت خلق پر مبنی ہے۔ آپ ﷺ نے سود

42- **القرآن** 2: 275۔

43- **القرآن** 2: 278، 279۔

44- **مسلم**، ابو الحسین بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، **صحیح مسلم**، جلد 3، کتاب: حج کے احکام و مسائل، باب: حج نبوی ﷺ، حدیث نمبر 2950۔

45- I **ابن ابی شیبہ**، حافظ ابو بکر عبد اللہ ابن القاضی محمد ابن القاضی ابی شیبہ، **المصنف**، جلد 1، کتاب: خرید و فروخت کے احکام و مسائل، باب: سود کی حرمت کا بیان، حدیث نمبر 22437۔

II **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی، **سنن ابن ماجہ**، جلد 3، کتاب: تجارت کے احکام و مسائل، باب: حرمت سود میں وارد وعید کا بیان، حدیث نمبر 2274۔

کو ختم کر کے ایک ایسا فلاحی نظام دیا جس میں ہر شخص کو جینے کا حق حاصل ہو، کسی کی مجبوری کو نفع کا ذریعہ نہ بنایا جائے، دولت کا بہاؤ ایک طبقے تک محدود نہ ہو اور سب کو عزت و وقار سے زندگی گزارنے کا موقع ملے۔

خلاصہ

اسلام ایک ایسا الہامی قانون ہے جو فرد کی اصلاح سے لے کر پورے معاشرے کی اصلاح و فلاح تک کے اصولوں کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کی بنیادی تعلیمات میں عدل و انصاف کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عدل صرف کسی عدالت یا کسی منصف کے جرگہ میں فیصلہ سنانے تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک ایسا اخلاقی و سماجی قدر ہے جو انسانی معاشرت کے ہر پہلو کو منظم کرتا ہے۔ سیرتِ رسول ﷺ کو جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی عدل، مساوات اور انصاف کی عملی تفسیر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں جو اسلامی ریاست قائم کی گئی تھی، اس کی بنیاد ہی عدل پر رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے ایک ایسا نظام تشکیل دیا جس میں مسلمان، یہودی، عیسائی اور دیگر قبائل کے افراد کے درمیان برابری اور مساوی حقوق و فرائض متعین کئے تھے۔ اس معاہدے میں عدل اور معاشرتی ہم آہنگی کو اوّلین حیثیت حاصل تھی، جو آج کے دور کی اقوامِ متحدہ کے چارٹر سے صدیوں قبل انسانی حقوق کا پہلا تحریری نمونہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے عدل کا دائرہ صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ بھی پورا پورا انصاف فرمایا۔

یہ ہی اسلام کی وہ تعلیم ہے جو اس کو دوسرے معاشرتی نظاموں سے نمایاں بناتی ہے۔ اسلامی معاشرے کا حسن یہ ہے کہ جو جتنا دوسروں کے لیے مفید ہوتا ہے، وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوتا ہے۔ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ انسان ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ اس میں کوئی مذہب، زبان، قوم، رنگ کی قید نہیں۔ یہ خود خدمتِ خلق کو عدلِ اجتماعی میں بدل دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فعل اور قول کے ذریعے بارہا اس بات کی وضاحت فرمائی کہ قانون سب کے لیے برابر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی طاقتور، قریبی یا بااثر شخص کے ساتھ رعایت نہیں کی۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان: "اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹوں گا۔" یہ اعلان اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ اسلام میں شخصیت، عہدے، خاندانی تعلق یا کسی طاقت کی بنیاد پر کسی کے ساتھ بھی کوئی امتیازی سلوک کرنے یا اس کو قانون سے بالادستی عطا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ سیرت النبی ﷺ ہمیں ایک ایسا مکمل معاشی ماڈل فراہم کرتی ہے جس کے ذریعے ہم فرد کی ضرورت، معاشرے کی فلاح اور اخلاقی قدروں کو یکجا کر کے ایک عادلانہ معاشرتی نظام قائم کر سکتے ہیں۔ آج کے سرمایہ دارانہ اور استحصالی نظام میں سیرت النبی ﷺ سے رہنمائی لے کر ہم ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں جہاں عدل، مساوات اور خوشحالی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے بازار مدینہ قائم کیا جہاں ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری پر سخت پابندیاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف عدالتی اور قانونی سطح پر عدل قائم کیا بلکہ معاشی اور سماجی سطح پر بھی انصاف کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ نے بیت المال کی تقسیم میں کسی امیر، غریب، چھوٹے، بڑے، رتبے میں کم تر یا اعلیٰ رتبے، مرد یا عورت میں بھی کوئی تفریق نہ رکھی۔ سود کے نظام کا خاتمہ کر کے دولت کے ارتکاز کو روکا اور محنت کش طبقے کے حقوق کو مکمل تحفظ دیا۔ اسلامی معاشرے کی تشکیل میں عدل نہ صرف بنیادی اصول ہے بلکہ دین اسلام کی روح بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مزدور کو اُس کی مزدوری اُس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی ادا کی جائے۔ یہ وہ اصول ہیں جن پر اگر آج عمل کیا جائے تو معاشرے میں غربت،

46- الہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی، **مجمع الزوائد**، جلد 4، کتاب: خرید و فروخت کے بارے میں روایات، باب: سود کے بارے میں جو کچھ منقول ہے، حدیث نمبر 6573۔

ناانصافی اور محرومی کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے۔ نسلی، قبائلی اور لسانی تفاخر کو ختم کرنے کے لیے آقا ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر وہ تاریخی اعلان فرمایا جس کو انسانی مساوات کا منشور کہا جاتا ہے: "کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔"[47] اس نبوی اعلان نے رنگ ونسل، زبان و قوم کے سارے امتیازات کو ختم کر کے انسانیت کو بالاتر رکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ عدل و انصاف کسی بھی معاشرے کی بقاء اور سلامتی کی بنیاد ہوتے ہیں۔ اگر معاشرے سے عدل کا خاتمہ ہو جائے تو پھر طاقتور کمزوروں کو کچلیں گے اور ظلم کا بول بالا ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ۔"[48]

ترجمہ: "تم میں سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوگئے کہ اگر ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے لیکن اگر کوئی کمزور چوری کر لیتا تو اس پر حد قائم کرتے۔"

اس فرمانِ نبوی میں آج کے دنیاوی نظامِ عدل پر ایک تنبیہ بھی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں معاشرے کو ظلم، فساد اور انتشار سے بچانے کا واحد راستہ عدل و انصاف ہے۔ جب تک افراد، ادارے اور حکمران اس اصول کو اپنائیں گے، تب تک امن، بھائی چارہ، خوشحالی اور خدا کی رحمت ان پر سایہ فگن رہے گی۔ آپ ﷺ کا عمل ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر حکمران، عدلیہ، معلم، قاضی اور تاجر یعنی ہر طبقہ آپ ﷺ کی سیرت کو نمونہ بنائے تو معاشرہ ظلم، محرومی اور عدم مساوات سے پاک ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں عدالتی عدل اور سماجی انصاف کے وہ معیار قائم کئے جو آج بھی دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے نظامِ عدل سے برتر ہیں۔ خواہ وہ قریش کی عورت پر حد کا نفاذ ہو، یہودیوں کے ساتھ عادلانہ معاہدے ہوں، غلاموں کو مساوات دینا ہو یا عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہو، مطلب ہر پہلو میں سیرتِ طیبہ عدل کی عملی تفسیر ہے۔

نتائج

1۔ آج بھی اگر ہم سیرتِ نبوی ﷺ کے عدل پر مبنی اصولوں کو معاشرے میں نافذ کریں تو دنیا امن، انصاف اور انسانیت کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

2۔ عدل و انصاف ہر مہذب معاشرے کی بنیاد اور ہر مضبوط ریاست کی روح ہے۔ عدل ہی وہ قدر ہے جو معاشرتی امن، بھائی چارے، مساوات اور انفرادی و اجتماعی فلاح کی ضمانت دیتی ہے۔ عدل نہ ہو تو ظلم، ناانصافی، افراتفری، اور فتنہ و فساد جنم لیتے ہیں۔ اسلام کا پورا نظامِ حیات عدل پر قائم ہے، اور رسولِ اکرم حضرت محمد ﷺ کی پوری زندگی عدل کی زندہ مثال ہے۔

3۔ معاشرتی عدل ایک ایسا نور ہے جو فرد سے لے کر ریاست تک ہر سطح کو منور کر دیتا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے معاشرے سے ظلم، بے سکونی، بداعتمادی، غربت، اور اختلافات کا خاتمہ ہو تو ہمیں سیرتِ النبی ﷺ کی روشنی میں عدل کو عملی زندگی کا حصہ بنانا ہو گا۔

4۔ رسول اللہ ﷺ کا عدل فقط حکمرانی تک محدود نہ تھا، بلکہ آپ نے عدل کو عبادت، معیشت، معاشرت، تعلیم، قانون، اور حتیٰ کہ دشمنوں سے تعلقات تک میں نافذ کیا۔

47- امام حنبل، احمد بن محمد بن حنبل شیبانی ابو عبداللہ، المسند، جلد 10، کتاب: ایک صحابی کی روایت، حدیث نمبر 23885۔

48- بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، جلد 5، کتاب: غزوات کے بیان میں، حدیث نمبر 4304۔

5۔ سود ایک معاشی گناہ ہے جو معاشرتی امن اور فلاح کے لیے زہر قاتل ہے۔ سیرتِ النبی ﷺ ہمیں سکھاتی ہے کہ عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کمزوروں کو سہارا دیا جائے، نہ کہ ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جائے۔ سود کا خاتمہ صرف شرعی حکم ہی نہیں بلکہ معاشرتی عدل کا ناگزیر تقاضا بھی ہے۔ اگر آج دنیا اور بالخصوص مسلم دنیا سیرتِ النبی ﷺ کی روشنی میں سود سے پاک معاشی نظام نافذ کرے تو یقینی طور پر غربت، بے روزگاری، طبقاتی تفریق اور معاشی جرائم کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

6۔ اگر آج کے مسلم معاشرے حضور ﷺ کی سیرت سے رہنمائی حاصل کریں، تو عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا اور ظلم وناانصافی کا خاتمہ ممکن ہے۔

سفارشات

1۔ ہم کہ اپنی ذاتی زندگی میں حسن ظن کو اپنانا چاہیے۔

2۔ بلا تحقیق کسی کے بارے میں رائے قائم نہیں کرنی چاہیے اور بلا تحقیق معلومات شیئر نہ کرنا چاہیے۔

3۔ معاشرتی سطح پر یونیورسٹی، کالج اور اسکول کی سطح پر آگاہی مہم اور مثبت سوچ کی تربیتی پروگرامز منعقد کرانے چاہئیں، جن میں والدین، اساتذہ کرام، طلباء، کاروباری حضرات، سرکاری وغیر سرکاری افسران وملازمین مطلب ہر کسی عام وخاص کو شرکت کرنے کے لئے مدعو کیا جائے۔

4۔ سماجی اور اجتماعی عدل پر یونیوسٹیز کی طرف سے تحقیقی مقالے لکھوا کر ان کو شایع کروا کر عام کیا جانا چاہیے۔

5۔ سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے سماجی عدل کے بارے میں مختلف پروگرامز کو مختلف اوقات میں نشر کر کے آگاہی مہم اور ترغیب دینی چاہیے۔

6۔ سماجی عدل کو فروغ دینے کے لیے سیرت رسول ﷺ پر مبنی مواد کو نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے۔

مصادر ومراجع

القرآن33:9۔

بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد2، کتاب: جمعہ کے بیان میں، باب: گاؤں اور شہر دونوں جگہ جمعہ درست ہے، حدیث نمبر 893۔

القرآن90:16۔

القرآن135:4۔

ڈاکٹر ابراہیم مصطفی، **المعجم الوسیط**، جلد2، ص 5881، تہران، مکتبہ علمیہ۔

فیروز الدین، مولوی، **فیروز اللغات**، بار اول، ص892، لاہور، فیروز سنز 2010ء۔

السیوطی، علامہ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمان بن ابی بکر بن محمد، **الاتقان فی علوم القرآن**، ص40، بیروت، المکتبہ العصریہ 2003ء۔

عبدالحفیظ صدیقی، **برصغیر پاک وہند میں اسلامی نظام عدل**، ص9، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی 1969ء۔

جصاص، احمد بن علی الرازی، ابو بکر، **احکام القرآن**، جلد5، ص509، بیروت، دار احیاء التراث العربی 1983ء۔

القرآن76:16۔

ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصری، **البدایہ والنہایہ**، جلد7، ص39، بیروت، مطبعۃ السعادۃ 2009ء۔

مسلم، ابو الحسین بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، **صحیح مسلم**، جلد6، کتاب: حسن سلوک، صلہ رحمی اور ادب، باب: بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت، حدیث نمبر 6695۔

امام حنبل، احمد بن محمد بن حنبل شیبانی ابوعبداللہ، **المسند**، جلد10، کتاب: ایک صحابی کی روایت، حدیث نمبر 23885۔

القرآن 6 :152۔

القرآن 25:57۔

بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، کتاب: طلاق کے مسائل کا بیان، باب: لعان کا بیان، حدیث نمبر 5304۔

بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 8، کتاب: کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رہنا، باب: ، حدیث نمبر 7352۔

ایضاً، کتاب: حد اور سزاؤں کے بیان میں، باب: جب حد کی مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ جائے پھر سفارش کرنا منع ہے، حدیث نمبر 6788۔

خاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 5، کتاب: انبیاء علیہم السلام کے بیان میں، حدیث نمبر 3475۔

مسلم، ابوالحسین بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، **صحیح مسلم**، جلد 4، کتاب: حدود کا بیان، باب: چوری کرنے والے معزز اور معمولی آدمی دونوں کا ہاتھ کاٹنا اور حدود میں سفارش کرنے کی ممانعت، حدیث نمبر 1688۔

ایضاً، کتاب: قسموں کا بیان، باب: غلاموں کو وہی کھلانا جو وہ (مالک خود) کھوئے اور وہی پہنائے جو وہ مالک (خود) پہنے اور اس پر ایسی ذمہ داری نہ ڈالے جو اس کے بس میں نہ ہو، حدیث نمبر 4313۔

ابوداؤد، امام، سلیمان بن اشعث السجستانی، **سنن ابی داؤد**، جلد 3، کتاب: محصورات اراضی اور امارت سے متعلق احکام و مسائل، باب: ذمی مال تجارت لے کر پھریں تو ان سے عشر (دسواں حصہ) وصول کیا جائے گا، حدیث نمبر 3052۔

بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 3، کتاب: ظلم اور مال غصب کرنے کے بیان میں، باب: ہر حال میں مسلمان بھائی کی مدد کرنا وہ ظالم ہو یا مظلوم، حدیث نمبر 2444۔

بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 4، کتاب: جزیہ وغیرہ کے بیان میں، باب: جزیہ اور کافروں سے ایک مدت تک لڑائی نا کرنے کا بیان، حدیث نمبر 3158۔

ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **سنن ترمذی**، جلد 3، کتاب: زہد، ورع، تقوی اور پرہیز گاری، باب: امت محمدیہ کا فتنہ مال ہے، حدیث نمبر 2336۔

القرآن 19:51۔

القرآن 25،24:70۔

القرآن 9 :103۔

القرآن 7:59۔

خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، **مشکوۃ المصابیح**، جلد 2، کتاب: خرید و فروخت کا بیان، باب: افلاس اور مہلت دینے کا بیان، حدیث نمبر 2926۔

بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 4، کتاب: غلاموں کی آزادی کے بیان میں، باب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ "غلام تمہارے بھائی ہیں پس ان کو بھی تم اسی میں سے کھلاؤ جو تم کھاتے ہو، حدیث نمبر 2545۔

ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی، **سنن ابن ماجہ**، جلد 3، کتاب: رہن کے احکام و مسائل، باب: مزدور کی اجرت کا بیان، حدیث نمبر 2443۔

الشیبانی، ابن الاثیر بن علی بن ابی الکرم، **الکامل فی التاریخ**، الطبعہ الرابعہ، جلد 3، ص 160، بیروت، دار الکتب العربی 1403ھ۔

مسلم، ابوالحسین بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، **صحیح مسلم**، جلد 4، کتاب: جھگڑوں میں فیصلے کرنے کے طریقے اور آداب، باب: حاکم کا فیصلہ اصل حقیقت کو تبدیل نہیں کرتا، حدیث نمبر 1713۔

ابوداؤد، امام، سلیمان بن اشعث السجستانی، **سنن ابی داؤد**، جلد 3، کتاب: قضاء کے متعلق احکام و مسائل، باب: قاضی (جج) سے فیصلے میں غلطی ہو جائے تو کیسا ہے؟، حدیث نمبر 3575۔

بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 7، کتاب: اخلاق کے بیان میں، باب: والدین کی نافرمانی بہت ہی بڑے گناہوں میں سے ہے، حدیث نمبر 5976۔

القرآن 12:49۔

بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 7، کتاب: اخلاق کے بیان میں، باب: سورۃ الحجرات میں اللہ کا فرمان، حدیث نمبر 6066۔

ایضاً، جلد 3، کتاب: اعتکاف کے مسائل کا بیان، باب: کیا معتکف اپنی ضرورت کے لئے مسجد کے دروازے تک جا سکتا ہے؟، حدیث نمبر 2035۔

القرآن 40:42۔

مسلم، ابوالحسین بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، **صحیح مسلم**، جلد 7، کتاب: حسن سلوک، صلہ رحمی، ادب، باب: بدگمانی، تجسس، دنیاوی معاملات میں مقابلہ بازی سے ایک دوسرے کے لئے قیمتیں بڑھانے وغیرہ کی ممانعت، حدیث نمبر 6538۔

القرآن 2 :275۔

القرآن 2 :278،279۔

مسلم، ابو الحسین بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، **صحیح مسلم**، جلد 3، کتاب: حج کے احکام و مسائل، باب: حج نبوی ﷺ، حدیث نمبر 2950۔

I **ابن ابی شیبہ**، حافظ ابو بکر عبد اللہ ابن القاضی محمد ابن القاضی ابی شیبہ، **المصنف**، جلد 1، کتاب: خرید و فروخت کے احکام و مسائل، باب: سود کی حرمت کا بیان، حدیث نمبر 22437۔

II **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی، **سنن ابن ماجہ**، جلد 3، کتاب: تجارت کے احکام و مسائل، باب: حرمت سود میں وارد وعید کا بیان، حدیث نمبر 2274۔

الہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی، **مجمع الزوائد**، جلد 4، کتاب: خرید و فروخت کے بارے میں روایات، باب: سود کے بارے میں جو کچھ منقول ہے، حدیث نمبر 6573۔

امام حنبل، احمد بن محمد بن حنبل شیبانی ابو عبد اللہ، **المسند**، جلد 10، کتاب: ایک صحابی کی ورآیت، حدیث نمبر 23885۔

بخاری، امام، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، جلد 5، کتاب: غزوات کے بیان میں، حدیث نمبر 4304۔